

باہر نکل جاتا ہے اور خاصا فاصلہ اس عالم میں طے کر جاتا ہے کہ اسے اپنی ذات یا گرد و پیش کا کچھ بھی خیال نہیں رہتا۔ ایسی ہی بیخودی مرزا پر طاری ہوئی جس میں وہ اپنے آپ کو کاملاً فراموش کر بیٹھے۔

۹۔ شرح : پہلا ”مرنا“ مجاز ہے یعنی مرنے کا انتہائی شوق ہے، دوسرا ”مرنا“ حقیقت ہے، یعنی موت کی آرزو انتہائی حد پر پہنچی ہوئی ہے عشق میں ہمارا جو حال ہو چکا ہے، اس کے پیش نظر ایک لمحے کے لیے بھی جینا گوارا نہیں، لیکن مصیبت یہ ہے کہ موت کے شوق میں مرے جانے کے باوجود موت نہیں آتی۔ اس وجہ سے سخت کشمکش میں مبتلا ہیں۔ ایسی زندگی کو نہ زندگی کہہ سکتے ہیں، نہ اپنے شوق کے مطابق مر سکتے ہیں۔

۱۰۔ شرح : اے غالب ! تم نے ساری عمر برائیوں اور گناہوں میں گزاری ہے۔ ایک لمحے کے لیے بھی تم سے کوئی نیکی نہ ہوئی۔ اب کعبے جانے کے آرزو مند ہو، لیکن وہاں کیا منہ لے کر جاؤ گے؟ کیا تمہیں اس حالت پر شرم نہیں آتی؟

غالباً ^{۱۵۸۷ء} یا ^{۱۵۸۸ء} میں بہادر شاہ ظفر نے حج کا ارادہ کیا تھا اور اسی سلسلے میں میرزا غالب نے یہ آرزو ظاہر کی تھی :

غالب ! اگر اس سفر میں مجھے ساتھ لے چلیں
حج کا ثواب نذر کروں گا حضور کی

ویسے بھی انھیں حرمین شریفین اور نجف اشرف جانے کی بڑی آرزو تھی۔ وہ خود لکھنؤ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں :

مقطع سلسلہ شوق نہیں ہے یہ شہر

عزم سیر نجف و طوف حرم ہے ہم کو

ساتھ ہی اس خیال نے پریشان کیا کہ پوری زندگی گناہوں میں گزارنے کے بعد خانہ خدا میں جاتے ہوئے یقیناً شرم آئے گی۔